مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

اجتہاد و مجتہدین کے مختلف طبقات

اجتہاد و قیاس کی شرعی حیثیت مانی جاتی ہے اور یہ فقہ کے ان چار دلائل و اصول میں سے ہے جو فقہ کی بنیاد و اساس ہیں اور جن پر فقہی احکام و مسائل کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ شریعت کے وہ چاروں دلائل علی الترتیب کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس مجتہد ہیں۔ اجتہاد و قیاس کی حیثیت پورے طور پر گو کہ اصل کی نہیں، فرعیت کی بھی ہے، لیکن اس کا فرعی ہونا اسی لحاظ سے ہے کہ اس کا بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ مستند ارباب لغت نے جہاں اجتہاد کا لغوی معنی بیان فرمایا ہے اسی ضمن میں اس کے مرادی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب و سنت کو ماخذ و مرجع بھی قرار دیا ہے۔

اجتہاد و قیاس کا معنی

اجتہاد ازروئے لغت جہد، بمعنی ''طاقت و مشقت'' سے ماخوذ ہے، بعض لوگوں نے اس کے مفہوم میں مشقت و طاقت اٹھانے کی انتہا کو پہنچنا بھی بتایا ہے، تاج العروس میں ہے:

الجهد بالفتح الطاقة، قال ابن الأثير وهو بالفتح المشقة، وقيل المبالغة و الغاية، و بالضم الوسع و الطاقة، الاجتهاد افتعال من الجهد و الطاقة وفی التهذیب الجهد بلوغک غاية الأمر الذی لايالوا على الجهدفيه.(۱)

(۱) تاج العروس جلد دوم، ص:۳۳۰، للامام محبّ الدین محمد مرتضیٰ الحسین الواسطی الحنفی

☆ الضرورات تبيح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں ☆

لسان العرب للامام علامہ ابن منظور (۶۳۰ھ ۷۱۱ھ) میں اجتہاد کا مرادی مفہوم یہ بتایا ہے کہ حاکم کے پاس پیش آنے والے معاملے کو بطور قیاس کتاب وسنت پر پیش کرنا نہ کہ اپنی ذاتی رائے جو کتاب وسنت کی روشنی میں نہ ہو، علامہ ابن منظور اپنی شہرۂ آفاق لغت میں لکھتے ہیں:

> **الاجتهاد و التجهد... بذل الوسع وفی حديث معاذ اجتهد برأی... الاجتهاد بذل الوسع فی طلب الأمر وهو افتعال من الجهد الطاقة و المراد به رد القضية التي تعارض للحاكم بطريق الكتاب و السنة ولم يرد الرأی الذی رآه من قبل نفسه من غير حمل على كتاب او سنة.(۲)**

اور اصطلاح اصول میں اجتہاد نام ہے کسی قضیہ کا حکم شرعی ظنی کے حاصل کرنے میں طاقت صرف کرنے کا۔

> **الجتهاد بذل الطاقة من الفقيه فی تحصيل حكم شرعی ظنی.(۳)**

اور قیاس کا معنی ہے اندازہ کرنا، **علی یالام** کے صلہ کے ساتھ ہوتو ''نمونہ پر اندازہ کرنے'' کے معنی میں آتا ہے۔(۴) اور شریعت میں کسی فرع شئی کو اصل مسئلہ کے ساتھ حکم و علت میں لاحق کرنے کو کہتے ہیں۔ **القياس فی اللغة التقدير و فی الشرع تقدير الفرع بالاصل فی الحكم والعلة.(۵)**

اجتہاد و قیاس کی حجت

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں قرآن کریم یا سنت ثابتہ کوئی قطعی اور دوٹوک فیصلہ صادر فرمادے تو پھر کسی کے لیے اجتہاد و قیاس کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اجتہاد کی ضرورت وہاں پیش ہوتی ہے جہاں قرآن وسنت میں صریح ومنطوق اور واضح وقطعی حکم نہ ملے اور اجماع امت بھی نہ ہو، ایسی صورت میں اجتہاد و قیاس کا حجت شرعیہ ہونا صحابۂ کرام وتابعین اور

---

(۲) لسان العرب للامام علامہ ابن منظور ۶۳۰ھ۔۷۱۱ھ ص:۳۹۶ ج ۲

(۳) فواتح الرحموت ج ۲، ص:۳۶۴۔ مطبوعہ بیروت

(۴) عامہ لغت

(۵) نورالانوار، ص:۲۸۸، باب القیاس

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

ہر زمانے کے علمائے امت کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور چاروں مکاتب فکر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ان سے منسلک اہل سنت و جماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ یہ اتفاق کرنے والے حدیث پاک کے مطابق ''ملت واحدہ'' کے حامل اور ''ما أنا علیہ و أصحابی'' کے صحیح مصداق ہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ اجتہاد و قیاس کسی حکم مستقل کے اثبات کے لیے نہیں ہوتے بلکہ دراصل قرآن و سنت میں جو احکام عام عقلوں کے لحاظ سے غیر ظاہر ہیں، متعلقہ پیش آمدہ مسئلے میں انھیں ظاہر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ بلفظ دیگر یہ مظہر حکم ہیں نہ کہ مثبت حکم، اس لیے عامۂ اصولیین نے فرمایا:

القیاس حجة من حجج الشرع یجب العمل به عند انعدام مافوقه من الدلیل فی الحادثة و هذا مذهب جمیع الصحابة و التابعین و علماء الکرام فی کل عصر خلافا لبعض اهل الاهواء کالشیعة و الخوارج.(۶)

احادیث و آثار میں تو حجیت قیاس و اجتہاد پر ایسے واضح اور کثیر وافر دلائل موجود ہیں جن کا انکار دعویٰ اسلام و ایمان رکھتے ہوئے نہیں کیا جاسکتا۔ خود قرآن کریم میں اس کے ثبوت پر دلائل موجود ہیں۔

حدیثِ معاذ

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث تو زبان زد خواص اور بڑی واضح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل کو یمن کا قاضی و حاکم بنا کر بھیجا تو بطور امتحان آپ نے جو سوال فرمایا اور حضرت معاذ نے جو جواب عرض کیا وہ حدیث کی متعدد کتابوں میں مذکورہ ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، دارمی میں یہ حقیقت مروی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللّٰه، قال فان لم تجد فی کتاب اللّٰه قال فبسنة رسول اللّٰه قال فان لم تجد

(۶) فصول الحواشی، ص: ۳۱۷ باب القیاس

في سنة رسول اللّٰه قال أجتهد برأي ولا آلو، قال فضرب رسول اللّٰه علىٰ صدره و قال الحمد الذي وفق رسول رسول اللّٰه لما يرضىٰ به رسول اللّٰه.(۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ پاؤ؟ عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر اپنا دست کرم مارا اور فرمایا حمد ہے اللہ عزوجل کی جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس کی توفیق دی جس سے اللہ کے رسول راضی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو سوال کیا اور انھوں نے جو جواب عرض کیا وہ کسی کی وساطت سے نہیں بلکہ براہ راست اور بالمشافہ ہوا، اجتہاد و قیاس اگر کوئی شجر ممنوعہ ہوتا تو صاحب شریعت علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام حضرت معاذ کے اظہار اجتہاد پر نکیر فرماتے، ناراضگی ظاہر کرتے، منع فرماتے مگر نہ نکیر فرمائی، نہ منع کیا بلکہ آپ نے حضرت معاذ کے اس جواب کی تقویت و تائید فرماتے ہوئے ان کے سینے پر دست مبارک سے تھپکی دی اور شکر الٰہی بجالاکر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا۔

حدیث خثعمیہ

قبیلہ خثعم کی ایک عورت جس کا نام اسماء بنت عمیس ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میرے باپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان پر حج واجب ہے مگر وہ سواری پر بیٹھنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے تو کیا میں اگر ان کی جانب سے حج کروں تو یہ کافی ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۷) مشکوٰۃ، ص:۳۲۴، باب العمل فی القضاء

أرأيت لو كان على ابيك دين فقضيت أما كان يجزيك فقالت بلىٰ فقال عليه السلام فدين الله أحق بالقضاء.

بھلا بتاؤ تو کہ اگر تمھارے باپ پر قرض ہو اور تم اسے ادا کرو تو کیا یہ کافی نہ ہوگا؟ اس عورت نے کہا کیوں نہیں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا دین (قرض) ادا کیے جانے کے زیادہ لائق ہے۔

غور کیجیے تو درج بالا حدیث پاک میں علتِ جامعہ کی بنیاد پر اجتہاد کرنے کا واضح اشارہ موجود ہے کہ اس ارشادِ رسول میں شیخ فانی کے حق میں حج کو حقوق مالیہ سے ملحق کیا گیا۔ حقوق مالیہ کو مقیس علیہ اور حقِ حج کو مقیس قرار دیا گیا۔ اس قسم کی روایت صحیح بخاری و نسائی میں بھی ہے، امام نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت نقل فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ سائل مرد تھا جس نے اپنے باپ کے بدلے حج کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

أفرأيت لو كان عليه دين فقضية أكان مجزأ قال نعم قال فحج عن ابيك.(۸)

اور نسائی ہی میں فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی ماں کے بدلے حج کرنے کی بابت پوچھا تو حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ الغرض ان متعدد واقعات میں ایک چیز قدرے مشترک کے طور پر مستفاد ہے کہ ”اجتہاد و قیاس“ نہ صرف جائز و روا ہے، بلکہ اہلِ فہم و اربابِ علم کو اجتہاد کی ترغیب و تلقین بھی کی گئی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں جو باب باندھا ہے اس باب سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔

باب من شبه أصلاً معلوماً بأصل مبين قدبين الله حكمها ليفهم به السائل.

یہ باب ہے اس بارے میں کہ جو کسی معلوم قاعدہ و اصل کو ایسے قاعدے

(۸) نسائی، ج۲ص:۲۵۹، کتاب آداب القضاء

سے تشبیہ دے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے تا کہ سائل اسے سمجھ لے۔

پھر درج بالا مضمون کی حیثیت ذکر کی ہے، اس سے دین و شریعت میں سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص سمجھ سکتا ہے کہ اجتہاد و قیاس شجر ممنوعہ نہیں، اس کی تائید درج ذیل اثر سے بھی ہوتی ہے۔

اثر ابن مسعود

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقہا صحابہ میں سے ہیں اور بڑی عظمتِ شان کے مالک ہیں، ان سے پوچھا گیا ایک عورت کا انتقال ہوگیا جب کہ اس عورت کا نہ مہر مقرر ہوا تھا اور نہ زن وشوہر میں قربت ہوئی تھی تو ایسی عورت کو کتنا مہر ملے گا؟ اس تعلق سے دوسرے صحابہ بھی ایک مہینہ تک غور وفکر کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا۔

أجتهد فيها برائى فان كان صواباً فمن اللّٰه وان كان خطأً فمن ابن ام عبد (كنى به عن نفسه) فقال أرى لها مهر مثل نساء ها، لا وكس ولا شطط.(۹)

نسائی کی روایت میں ہے:

سأقول فيها بجهد رائى فان كان صواباً فمن اللّٰه وحده لاشريك له و ان كان خطأً فمنى و من الشيطان. واللّٰه و رسوله منه براء أرى ان اجعل لها صداق نساء ها لا وكس ولا شطط ولها ميراث و عليها العدة اربعة أشهر و عشراً قال و ذلك بسمع اناس من اشجع فقاموا فقالوا نشهد انك قضيت بما قضى به رسول اللّٰه فى امراية منّا يقال لها بروع بنت و اشق قال فما رئى عبداللّٰه فرح فرحة يومئذ الا باسلامه.(۱۰)

---

(۹) ترمذی ابوداؤد، نسائی، دارمی

(۱۰) نسائی، ج ۲ ص:۳۷-۴۷، کتاب النکاح

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)

ابوداؤد کی روایت میں بھی یہی مضمون ہے، اس کے اخیر میں یہ ہے:

ففرح ابن مسعود فرحاً شدیداً حین و افق قضاء قضاء رسول اللّٰہ. (۱۱)

ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا:

اس مسئلے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اگر یہ اجتہاد درست ہو تو یہ من جانب اللہ ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور اگر اس میں غلطی ہو تو یہ میری جانب سے ہے اور شیطان کی جانب سے، اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہیں۔ پھر فرمایا: اس عورت کے لیے مہر مثل (اس جیسی عورتوں کا مہر) کا حکم کرتا ہوں جس میں کمی ہو نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی ہے اور اس کے لیے میراث بھی، راوی کہتے ہیں قبیلۂ اشجع کے کچھ لوگ وہاں موجود تھے انھوں نے کھڑے ہو کر یہ گواہی دی کہ اے عبداللہ ابن مسعود آپ نے جیسا فیصلہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمارے قبیلے کی ایک عورت بروع بنت واشق کے متعلق ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اس سے بہت خوش ہوئے، وجہ یہ تھی کہ ان کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود نے یہ حکم صحابۂ کرام کی موجودگی میں دیا اور اپنے قیاس و اجتہاد سے دیا، کسی نے انکار نہیں فرمایا، بلکہ اس فیصلے کی تائید بھی اسی مجلس میں ہوگئی۔ کیا منکرین قیاس و اجتہاد کے لیے اب انکار کی کوئی گنجائش باقی ہے۔

اثر عبدالرحمٰن

نئے پیش آمدہ مسئلے میں اجتہاد کی شرعاً اجازت ہی کی بناء پر اجلۂ صحابۂ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد نہ صرف یہ کہ اجتہاد فرمایا، بلکہ اجتہاد کا حکم بھی دیا۔ تاکہ جن کے اندر مجتہدانہ صلاحیت ہے وہ پیش آمدہ قضیہ میں اجتہاد سے کام لیں اور شرعی حکم و فیصلہ صادر فرمائیں۔ اس تعلق سے اثر عبدالرحمٰن ابن یزید میں حضرت عبداللہ ابن مسعود

(۱۱) ابوداؤد ج ۱، ص: ۲۸۸ کتاب النکاح، ترمذی، ج ۱، ص: ۱۳۶ باب النکاح و ابواب الرضاع مطبوعہ مجلس برکات مبارک پور

کا یہ واضح ارشاد موجود ہے، جب لوگوں نے ان سے بکثرت سوالات شروع کیے تو فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نہ ہم یہاں ہوں گے نہ میرا فیصلہ ہوگا، پھر فرمایا:

من عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقضي بما في كتاب الله فان جاء ه امر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه فان جاء ه امر ليس في كتاب الله و قضى به نبيه فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء ه امر ليس في كتاب الله وما قضا به نبيه ولا قضابه الصالحون فليجهتدبرائه ولا يقول انى أخاف و انى أخاف فان الحلال بين والحرام بين و بين ذلك أمور مشتبهات فدع مايريبك الى مالا يريبك، قال ابو عبدالرحمن هذا لحديث حديث جيد جيد.(۱۲)

جب آج کے بعد کسی کے سامنے قضا کا کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کرے، اگر کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جو کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق کرے اور اگر ایسا مسئلہ ہو جو نہ تو کتاب اللہ میں ملے اور نہ ہی رسول اللہ کا فیصلہ ملے تو نیکو کار اہلِ علم نے جو فیصلے کیے ہیں اس کے متعلق فیصلہ کرے اور اگر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ و اقوال صلحاء میں بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔ اور یہ نہ کہے کہ میں خوف کھاتا ہوں، میں ڈرتا ہوں کیوں کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور حلال وحرام کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، تو جس میں شک ہو اسے چھوڑ کر غیر مشکوک کو اپناؤ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے اجتہاد و قیاس کا بھرپور ثبوت فراہم ہوتا ہے علم و دیانت کے ساتھ غیر مقلدین بھی اگر غور کریں تو حقیقت واضح ہوجائے گی۔

(۱۲) نسائی، ج ۲ ص: ۶۲۰ کتاب آداب القضاء

البينة على مان ادعى واليمين على من انكر ☆ گواہ لانا مدعی کے ذمہ اور قسم منکر دعوی کے ذمہ ہے۔

اس حدیث کے تعلق سے ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں یہ حدیث بہت عمدہ ہے۔ اگر غور کیجیے تو واضح ہوتا ہے کہ جن معاملات میں ابھی وحی نازل نہ ہوئی تھی ان میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجتہاد فرمایا جس کی ایک طویل تفصیل ہے، احادیث پر گہری نظر رکھنے والے اچھی طرح اخذ کر سکتے ہیں۔

محققین اہلِ فقہ و اصول نے قرآن کریم کی بعض آیتوں سے قیاس و اجتہاد پر بطور اشارۃ النص استدلال فرمایا ہے، قرآن مجید میں فرمایا: "فاعتبر وا یا اُولی الأبصار، اعتبار کا معنی ہے شئی کو اس کی نظیر کی طرف پھیرنا، تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ شئی کو اس نظیر پر قیاس کرو۔ یہ قیاس عام ہے، حکم عام ہے جس کے عموم میں اصول پر فروع شرعیہ کا قیاس بھی داخل ہے کیوں کہ مورد اگر چہ خاص ہے جو کفار کی عقوبتوں سے متعلق ہے مگر حکم عام ہے۔ اجتہاد و قیاس کے منکرین پہلے صرف شیعہ وخوارج تھے مگر اب غیر مقلدین وھابیہ بڑی شد و مد سے انکار کرتے ہیں۔

منکرین اپنے دعوی کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم کے بارے میں ہے، ''تبیاناً لکل شئی'' قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے تو پھر قیاس کی کیا ضرورت ہے؟ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے قیاس کی مذمت کی جیسا کہ دارمی و بزار کی روایت میں ہے، پھر یہ کہ جسے حکم کی علت قرار دیا جاتا ہے وہ مقام شک میں ہے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہی علت حکم ہے۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قیاس کتاب و سنت کے حکم کا مزاحم ہوتا تو یہ دلیل دی جاری ہوسکتی تھی، قیاس و اجتہاد تو کتاب اللہ کے حکم کا مظہر و کاشف ہے۔ اسرائیلیوں کے قیاس کی مذمت اس لیے کی گئی کہ ان کا قیاس تعنت و سرکشی کے طور پر تھا اور مجتہدین کا قیاس حکم شرعی کے اظہار کے لیے اور جہاں تک علتِ حکم کے شبہ کی بات ہے تو ہمارے خلاف نہیں کیوں کہ ہم قیاس سے ثابت شدہ حکم کو واجب عمل جانتے ہیں نہ کہ فرض اعتقادی۔

مذکورہ بالا حوالوں سے واضح و واشگاف ہے کہ قیاس و اجتہاد حجت شرعیہ ہیں جس کی پشت پر قرآن و احادیث کی مہریں ثبت ہیں۔ لہٰذا اجتہاد کو قرآن و سنت کے معارض سمجھنا ایک باطل نظریہ ہے۔

شرائط اجتہاد

اجتہاد کی بنیادی شرط یہ ہے کہ مجتہد کو احکام سے متعلق قرآنی آیات ونصوص کا بھرپور علم ہو، لغوی و شرعی معنی کے ساتھ اس کے تمام وجوہ سے واقفیت ہو، ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو، اسی طرح احکام سے متعلق سنت رسول اللہ کا علم اسانید و اقسام کے ساتھ تفصیلاً ہو، قیاس کے وجوہ وطرق اور شرائط سے بھی بھرپور واقفیت ہو، نیز نحو وصرف، معانی و بلاغت وغیرہ میں پوری مہارت ہو:

و شرط الجهاد ان يحوى علم الكتاب معانيه اللغوية و الشرعية و وجوهه التى قلنا من الخاص و العام و الامرو النهى، و علم السنة بطرقها المذكورة فى اقسامها و ان يعرف وجوه القياس بطرقها و شرائطها.(۱۳)

ایسے اجتہادی صفت کے حامل مجتہد کو احکام کے استخراج و استنباط کی اجازت ہے کہ وہ اپنے غالب رائے سے حکم کا استنباط کرے مگر اس کا یہ اجتہادی حکم یقینی نہ ہوگا ظنی ہوگا اور خطا و صواب دونوں کا احتمال رکھے گا، اس لیے علمائے اصول نے فرمایا:

وحكم الاصابة بغالب الراى دون اليقين حتى قلنا ان المجتهد يخطى و يصيب.(۱۴)

البتہ اگر مجتہد استخراج حکم میں خطا بھی کرجائے جب بھی اسے اجتہادی جدوجہد کا ایک اجر ملے گا اور استنباط کردہ مسئلہ کے صحیح و درست ہونے کی صورت میں دو اجر ملے گا۔ ایک اصابت رائے کا دوسرے اجتہادی کاوش کا۔ یہ حکم حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشادگرامی سے ماخوذ ہے:

اذا حكم الحاكم فاجتهد و أصاب فله أجران، و اذا حكم فاجتهد و أخطأً فله اجر واحد.(۱۵)

اس حدیث سے اجتہاد میں خطا وصواب دونوں کے احتمال کا ثبوت ہوتا ہے اور ساتھ ہی اجتہاد کے جواز کا بھی۔

---

(۱۳) نورالانوار، ص:۲۵۰ فواتح الرحموت

(۱۴) فواتح الرحموت، نورالانوار

(۱۵) مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم، ص:۳۲۴، باب العمل فی القضاء

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

مجتہدین کے طبقات

مجتہد فقہا کے چھ طبقات ہیں:

۱۔ مجتہد مطلق مستقل/مجتہد فی الشرع

یہ وہ حضرت ہیں جو شرائطِ اجتہاد کا جامع ہونے کی وجہ سے تمام اجتہادی احکام کے استخراج کا ملکۂ راسخہ رکھتے ہیں اور استنباطِ مسائل کے لیے قواعد و اصول وضع کرتے ہیں۔ یہ اصول وفروع کسی میں تقلید کے محتاج نہیں ہوتے جیسے سراج الامہ کاشف الغمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۰ھ/۱۵۰ھ) سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۰ھ/۱۷۹ھ) سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵۰ھ/۲۰۴ھ) سیّدنا امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶۴ھ/۲۴۱ھ)

یہ وہ چار ائمہ مطلق اور مجتہد فی الشرع ہیں جن کی پوری دنیا کے اہلِ سنت پیروی و تقلید کرتے ہیں۔ امام اعظم کی تقلید کرنے والے کو حنفی، امام شافعی کی تقلید کرنے والے کو شافعی، امام مالک کی تقلید کرنے والے کو مالکی، امام احمد ابن حنبل کی پیروی وتقلید کرنے والے کو حنبلی کہتے ہیں۔ یہ وہ چار ائمۂ مذاہب ہیں جن کی پیروی وتقلید کرنے والے سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت ہیں اور یہی فرقہ ناجیہ ہے۔ اس کے علاوہ فرقے جہنمی ہیں۔

علامہ سیّد احمد طحطای فرماتے ہیں:

وهذه الطائفة الناجية قداجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة و هم الحنفيون والمالكيون والشافيون والحنبليون رحمهم الله ومن كان خارجاً عن هذه الأربعة فی هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار.(١٦)

اور یہ فرقہ ناجیہ فی زمانہ چار مذاہب میں جمع ہوگیا ہے جنھیں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے نام سے جانا جاتا ہے تو جو اس زمانے میں ان چاروں میں سے کسی کی تقلید نہ کرے وہ بدعتی اور جہنمی ہے۔

(١٦) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ج۴،ص:۱۵۳

۲۔ مجتہد فی المذہب/مجتہد مطلق غیر مستقل

یہ وہ مجتہد مطلق ہیں جو اصول و قواعد میں مجتہد فی الشرع کی تقلید کرتے ہیں اور فروعی مسائل میں خود استنباط و استخراج پر قدرت رکھتے ہیں، کسی کی تقلید نہیں کرتے، فروعی مسائل میں اپنے استاد کے مقررہ قواعد کی روشنی میں احکام کا استخراج فرماتے ہیں۔ جیسے قاضی الشرق و المغرب حضرت امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م۱۸۳ھ) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (م۱۸۹ھ) حضرت عبداللہ ابن مبارک (م۱۸۱ھ) و جملہ تلامذۂ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو متقدمین اصحاب کہلاتے ہیں۔

۳۔ مجتہد فی المسائل

یہ وہ حضرت ہیں جو اصول و فروع دونوں میں اپنے امام کے مقلد ہوتے ہیں اور اصول و فروع کسی میں امام کی مخالفت کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ مسائل جن میں امام سے کوئی صریح روایت نہیں ان کا استنباط اپنے امام کے اصول موضوعہ اور مسائل متخرجہ کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔

اس میں اکابر متأخرین حنفیہ کا طبقہ ہے جیسے ابو بکر احمد خصاف (م۲۶۱ھ) امام ابوجعفر طحاوی (م۳۲۱ھ) ابوالحسن کرخی (م۳۴۰ھ) شمس الائمہ حلوانی (م۴۵۶ھ) شمس الائمہ سرخسی (م۴۸۳ھ) فخر الاسلام بزدوی) فخر الدین قاضی خان (م۵۹۲ھ) وغیرہ ہیں۔

۴۔ اصحاب تخریج

جو اجتہاد و استنباط مستقل کی قدرت تو نہیں رکھتے یہاں تک کہ امام کے غیر مصرح مسائل کو بھی اصول موضوعہ اور مسائل متخرجہ سے معلوم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ البتہ امام کے قول مجمل کی تفصیل اور قولِ محتمل کی تعیین اپنی فہم و رائے سے کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوبکر رازی الجصاص (م۳۷۰ھ) اور ان کے ہم رُتبہ فقہا علیہم رحمتہ والرضوان۔

۵۔ اصحاب ترجیح

یہ وہ حضرات ہیں جو فقاہت میں اصحاب تخریج کی بہ نسبت کم درجے کے حامل ہیں،

یہ حضرات اپنے امام سے منقول چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں: هذا أولى، هذا أصح رواية. هذا أوضح، هذا أوفق للقياس، هذا أرفق للناس.

جیسے ابوالحسن قدروی (م۴۲۸ھ) علامہ برہان الدین مرغینانی صاحب ھدایہ (م۵۹۳ھ) وغیرہما۔

۶۔ اصحاب تمیز

یہ وہ حضرات ہیں جو ظاہر الروایۃ، ظاہر مذہب اور روایت نادرہ میں فرق کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اسی طرح قول ضعیف اور قول قوی اور اقویٰ میں امتیاز کرسکتے ہیں ۔ نیز مقبول و مردود اقوال میں فرق کرسکتے ہیں جیسے اصحاب متون معتبرہ جیسے صاحب کنز عبداللہ ابن احمد نسفی (م۷۰۱ھ) صاحب مختار عبداللہ ابن محمود موصلی (م۷۸۳ھ) وغیرہما۔

راقم نے فقہا کے درج بالا طبقات کی مختصر تفصیل خاتم الفقہا علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۲ھ) کے مقدمہ شامی ''شرح عقود رسم المفتی'' سے اخذ کی ہے۔ بعض علماء نے بعض حضرات مجتہدین کو ان کے مراتب عالیہ کے پیش نظر نیچے درجے کے بجائے اوپر درجے میں شامل فرمایا ہے جس پر بحث و گفتگو کی گنجائش ہے لیکن اختصار کی خاطر میں نے صرف علامہ شامی کی تصریح ذکر کی۔

اس طرح علامہ شامی نے ایسے مقلدین کو فقہاء کے ساتویں طبقے میں شمار فرمایا جن کے اندر اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو، وہ صرف نقل اقوال سے فرماتے ہوں چوں کہ ہم نے مجتہدین کے طبقات کا عنوان دیا ہے اس لیے اس طبقہ کا خصوصی ذکر نہیں کیا، بعض حضرات نے طبقۂ فقہاء کی تعداد پانچ بھی بتائی ہے جس سے ان کی مراد ایسے فقہاء ہیں جو اجتہاد مطلق کے درجے پر فائز نہیں اور اصحاب تمیز کے درجے سے کم تر درجے میں نہیں۔